تاریخ سمرقند☆

ڈاکٹر احمد رنجبر (ایران)
مترجم: ڈاکٹر سید حسن عباس (ہندوستان)

لفظ سمرقند اور اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں مزید تحقیق و جستجو کی ضرورت ہے۔ اس مقالے میں علم صرف (Etymology) کے ماہرین اور محققین کی زبانی حقیقت سے قریب چند بیانات پیش کر کے اپنی رائے بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سمرقند کو عربی میں "سمران" کہتے ہیں۔ یہ ماوراء النہر کا مشہور شہر ہے اور صوبہ سغد کا دارالخلافہ۔ جو جنوبی سغد میں واقع ہے(۱) غیاث اللغات میں مادہ سمرقند کے ذیل میں آیا ہے:
"سمرقند معرب سمرکند است"(۲)۔

برہان قاطع کے حاشیہ میں ہے کہ "سمرقند بہ پہلو سمرقند (Samarkand) و بہ یونانی مرکندہ (Marakanda) است" اور کہا گیا ہے کہ اس کے جزو اول کا ریشہ سمر ہے جس کا اب تک معنی واضح نہیں ہوا ہے اور جزو دوم کند (Kand) ہے اور فارسی باستان میں (Kanta) اور سغدی میں کنپ (Kanp) کے معنی شہر ہے جو کن (Kan) سے مشتق ہے(۳)۔

فرہنگ رشیدی میں ہے کہ "شمرکند (Shamarkand) ایک معروف شہر ہے اور اس کے معنی شہر ہے کیونکہ ماوراء النہر کی عوامی زبان میں کند (Kand) اور کینت (Kant) کے معنی شہر اور قریہ کے ہیں اور سمرقند اس کا معرب ہے(۴)۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ شمر نامی یمن کے ایک بادشاہ نے اس علاقے کو جسے اس وقت سمرقند کہتے ہیں تسخیر کر کے ویران کر دیا(۵) جس کے بعد وہاں کے لوگ اسے شمرکند

☆ ڈاکٹر احمد رنجبر کی تالیف "خراسان بزرگ" کی فصل ہفتم، "سمرقند" کا ترجمہ۔ یہ کتاب انتشارات امیر کبیر تہران سے ۱۳۶۳ھ ش میں شائع ہوئی تھی۔

کہنے لگے یعنی بادشاہ یمن شمر نے اسے تباہ برباد کیا۔ کیونکہ فارسی میں کندن کے معنی تخریب کے بھی ہیں اور شمرکند مرور ایام کے ساتھ مرکب لفظ سمرقند میں تبدیل ہو گیا(۶) اس کے باوجود کہ تاریخ و جغرافیہ کی بہت سے کتابوں میں یہ واقعہ نظر آتا ہے اور طبری' یاقوت اور قزوینی(۷) جیسے علماء نے بھی اسے نقل کیا ہے لیکن یہ بیشتر افسانے سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کیونکہ ان مورخین اور جغرافیہ دانوں نے جن کا خیال ہے کہ شمرنامی یمن کے بادشاہ نے اس قریہ کو تباہ کیا اور یہ (بعد میں) سمرقند میں بدل گیا ہے' اس کے پرانے نام کا ذکر نہیں کیا ہے اور رشیدی نے بھی اس کا پرانا نام نہیں لکھا ہے۔ جس نے اپنے فرہنگ میں یہ لکھا ہے کہ :

> "شمر بن افریقش بن ابرہہ نے شہر سغد کے لوگوں سے جنگ کی اور سغد فتح کرنے کے بعد اسے ویران کر دیا اور اس کے خرابوں پر ایک نیا شہر "شمرکند" بسایا۔"

یہ بات بھی صحیح نظر نہیں آتی جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔ پہلی بات یہ کہ سغد سمرقند کا ایک بہت ہی صاف اور خوش و خرم قریہ سمجھا جاتا ہے اور اسے روئے زمین کی چار بہشتوں مین شمار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا سغد' سمرقند کا پہلا مرکز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بعض یہ کہتے ہیں کہ (یہ) سغد یانا تھا جسے شمر نے ویران کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شہر سمرقند اسکا دارالحکومت تھا اور ہے لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے اگر یہ کہیں کہ وہ سرزمین جو سمرقند کہلائی' بیابان تھی تو کسی حد تک پڑھنے والا قائل ہو جائے گا لیکن مورخین کے بیان کے پیش نظر جن کا کہنا ہے کہ یہ قریہ تھا جسے شمر نے تباہ کیا اور بعد میں وہاں کے لوگوں نے اسے شمرکند کا نام دیا تو اس سے پہلے اس کا کوئی نام تھا جس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس روایت کو بھی افسانے سے تعبیر کر سکتے ہیں اور اس پر اعتماد نہیں کر سکتے۔

ایک روایت صاحب برہان نے نقل کی ہے وہ مادہ سمرقند کے ذیل میں لکھتا ہے۔

> "سمرکند باکاف بروزن و معنی سمرقند است و آن شہری می باشد درماوراء النہر کہ کاغذ خوب آز آنجاہی آورند و سمرقند معرب آن است' معنی ترکیبی آن دہ سمر است' سر نام پادشاہی است ترک' و ترکان دہ راکند(۸) گویند و این دہ را اوبنا کردہ و بہ مرور ایام شہر شدہ است"(۹)

صاحب برہان کا بیان صحیح تر نظر آتا ہے اس لئے کہ اس کا خیال ہے کہ سمرنامی (شخص)

نے اس قریہ کو آباد کیا اور اس کے نام پر وہ سمریا ترکی میں کند سمریا سمرکند کہلایا اور کند بھی قند میں تبدیل ہو کر سمرقند کے مرکب لفظ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ شروع میں یہاں گاؤں یا قریہ تھا اور بتدریج ترقی کر کے شہر کی صورت اختیار کی۔ اگرچہ اس روایت کی بھی کوئی ٹھوس علمی دلیل نہیں ہے لیکن درحقیقت درست معلوم دیتی ہے اور اگر اسے مان لیتے ہیں تو کوئی غلطی نہیں کی ہے۔

موجودہ دور کے بہت سے محققین نے لفظ سمرقند کی تحقیق کی ہے لیکن جب انہیں کوئی مستند اطلاع حاصل نہیں ہوئی تو وہ موضوع سے سرسری گذر گئے۔ مثلاً دائرہ المعارف اسلام کے مقالہ نویسوں نے جنہیں علم اشتقاقات پر مکمل عبور ہے، سمرکند کے ذیل میں یوں لکھا ہے۔

> "سغدی لفظ کند (Kand)، کث (Kath) یا کنث (Kanth) تھا لیکن جزو اول سمر کا معنی واضح نہیں ہے کہ یہ کسی شخص کا نام ہے یا کوئی اور چیز۔"(۱۰)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ :

> "لفظ سمرقند کو مرکندہ (Marakanda) بھی لکھا گیا ہے اور اسٹرابو کے بقول: اسکندر نے اس جگہ کو ویران کیا"(۱۱)

دیاکونوف نے اسی قسم کی ایک بات لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "... اسکندر سغدیوں سے جنگ میں مشغول تھا اس نے سغدیوں کے دارالخلافہ مرقند(۱۲) (سمرقند) پر قبضہ کر لیا، وہاں اس نے فوجی چھاؤنی بنائی اور فرغانہ(۱۳) و دریائے یاکسارتس(۱۴) کی جانب روانہ ہوا جسے اسکندر نے تانا ییس تصور کر رکھا تھا"(۱۵)۔

راقم السطور کا خیال ہے کہ اب تک جتنی روایات کا ذکر کیا گیا ان میں سے کسی سے بھی سمرقند کی وجہ تسمیہ ثابت نہیں ہو سکی۔ اب ایک ایسی روایت پیش کی جا رہی ہے جس کی صحت کا زیادہ امکان ہے۔

شہری تاریخ کے نقطہ نظر سے ہوان (Huan) کے عہد میں یعنی ۴۳۰ عیسوی میں موجودہ سمرقند میں کانغ۔ کومنذ (Kangh ـ Kumandh) کا نام ملتا ہے اور یہ نام ایک اور نام سا۔مو۔کیان (Sa-mu-Kian) سے مشابہ ہے اور ساموکیان بھی علم صرف کے مطابق سمرقند کے مساوی ہے جیسا کہ دائرہ المعارف اسلام کے مقالہ نویسوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ ہوان نے

۶۳۰ عیسوی میں ساموکیان کو دیکھا تھا اور اس کا مختصر سا ذکر بھی کیا ہے(۱۶)۔ اس روایت سے دو نتائج اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ شہر سمرقند' قبل از اسلام موجود تھا اور دوسرے یہ کہ اسلامی مورخین اور جغرافیہ دانوں نے شہر سمرقند کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کچھ زیادہ غور و خوض سے کام نہیں لیا ہے اور اس سلسلے میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ صحیح معلوم نہیں دیتیں۔ لیکن دائرہ المعارف کے مقالہ نویسوں نے صرف سمرقند کے نام کی تبدیلی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے وجود میں آنے کی علت اور اس کی وجہ تسمیہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے اور اگر یہ موضوع ان کے پیش نظر بھی تھا تو چونکہ انہیں اس کی تحقیق میں کامیابی نہیں ملی تھی اس لئے اس کے ذکر سے بھی اجتناب کیا۔

بانی سمرقند:

یہ مسلم ہے کہ شہر سمرقند وسطی ایشیا کا ایک قدیم ترین شہر ہے اور وہاں کے باقی ماندہ تاریخی آثار تیسری اور چوتھی صدی قبل از مسیح کی علامت ہیں(۱۷) لیکن اس کے بانی کے سلسلے میں کہ کون ہے' بہت کچھ کہا جا سکتا ہے جن میں سے اکثر قابل غور باتیں ہیں۔ قزوینی کے بقول: اس شہر کا بانی کیکاؤس بن کیقباد ہے(۱۸) بعض کا خیال ہے کہ تبع(۱۹) نے اس شہر کو بسایا اور اسکندر ذوالقرنین نے اسے مکمل کیا جیسا کہ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ دروازہ سمرقند پر ایک آہنی تختی کے آثار موجود ہیں جو تبع سے منسوب کئے گئے ہیں۔ اس تختی پر ایک جگہ یہ لکھا تھا: "صنعا سے سمرقند ہزار فرسنگ ہے۔(۲۰) اور بظاہر اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صنعا اور سمرقند کا بانی ایک ہی شخص ہے۔ لیکن ابن عساکر کا قول اس کی تردید کرتا ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ:

> "... تبع نے ایک بڑا لشکر روانہ کیا... جب وہ سمرقند پہنچا یا جس شہر میں داخل ہوتا اس شہر کے حکما اور فضلا میں سے جن کی تعداد دس سے کم نہیں ہوتی' انتخاب کرتا اور انہیں اپنے ہمراہ لے جاتا"(۲۱)۔

بہت سے اسلامی مورخین نے اسکندر کو سمرقند کا بانی سمجھا ہے جیسا کہ ثعالبی لکھتا ہے

"اسکندر نے خراسان میں شہر سمرقند بسایا"(۲۲)۔

"نامہ دانشوران ناصری" میں بھی سمرقند کے بانی کو ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا گیا ہے(۲۳) جس سے مراد یقیناً اسکندر ہی ہے اور شاید "نامہ دانشوران ناصری" کے مصنفین نے بھی ثعالبی کے قول سے ہی یہ نتیجہ اخذ کیا ہو۔ بہرحال یہ بیان بھی صحیح نظر نہیں آتا اس لئے کہ

محققین کا خیال ہے کہ اسکندر نے سمرقند پر حملہ کیا اور اسے ویران کر دیا (سال ۳۲۹ ق م)(۲۴)۔ اور دائرہ المعارف اسلام کے مصنفین نے اسٹرابو کا حوالہ دیا ہے جس کے بقول اسکندر نہ صرف سمرقند کا بانی نہیں تھا بلکہ اس شہر کو جو اس سے پہلے آباد شہروں میں شمار کیا جاتا تھا ویران کر دیا(۲۵)۔ دیاکونوف نے بھی ایسی ہی بات لکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سمرقند' اسکندر سے پہلے موجود تھا۔ وہ کہتا ہے:

"اسکندر سغدیوں سے جنگ میں مشغول تھا۔ اس نے سغدیوں کے دارالحکومت "مرقند = مرکند = سمرقند" پر قبضہ کر لیا اور وہاں فوجی چھاونی قائم کی...."(۲۶)

بقول سروری: "سمرقند اسکندر سے پہلے موجود تھا اور جب اسکندر کی حکومت کا زمانہ آیا تو اس نے اس شہر کو اس لائق پایا کہ اس کی توسیع کی جائے اور اس کے اطراف میں ایک بڑی فصیل قائم کی"(۲۷)

ایک دوسری روایت کا بھی مذکورہ افسانوی روایتوں میں ذکر کرنا چاہیے اور وہ یہ کہ سمرقند یا سمرکند کے ترکیبی معنی کے پیش نظر اس کا نام "دہ سمر" رکھا گیا۔ اور سمرنامی ایک ترک بادشاہ نے ایک قریہ آباد کیا' اور چونکہ ترک قریہ کو "کند" کہتے ہیں اس لئے اس علاقے کو "دہ سمر" یا "سمرکند" کہتے ہیں اور عربوں نے اسے سمرقند میں تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد یہ شہر ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا سمرقند کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے(۲۸) اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو شہر سمرقند کا اصلی بانی سمرنامی ایک ترک بادشاہ سمجھا جائے گا لیکن اس روایت کی تائید نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ شہر' سمرقند یا سمرکند کے نام سے موسوم ہونے سے قبل مرکندہ (Marakanda) کہلاتا تھا مگر یہ کہ مرکندہ کو یونانی میں سمرکند کے مترادف مان لیں(۲۹)۔

اسلام سے قبل سمرقند کے حکمران:

ان حکمرانوں کے بارے میں جنہوں نے قبل از اسلام سمرقند میں حکومت کی تھی صحیح اطلاعات موجود نہیں ہیں۔ صرف اسکندر کے زمانے کی چند روایتیں ان کتابوں میں ملتی ہیں جن پر شاید ہی اعتماد کیا جا سکے ان میں اہم روایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۳۲۹ ق م کے موسم بہار کے اوائل میں اسکندر اپنے لشکر کے ساتھ آراخوسی پہاڑوں کے راستے کابل پہنچا اور ہندوکش کے سلسلوں کو پار کر کے باختریا پر حملہ آور ہوا۔ وہاں کا حکمران

Bess' اسکندر کے حملوں کی تاب نہ لیا کر سغدیوں سے جا ملا اور جیحوں عبور کر گیا۔ اسکندر نے اس کا پیچھا کیا اور یہاں مقدونی کے خلاف تحریک ایک نئے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے(۳۰) اس واقعہ سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ سمرقند یا سغدیوں اور باکتریا کی حکومت Bess کے ہاتھوں میں تھی اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اس Bess نے خود کو اردشیر چہارم کے نام سے پہچنوایا تھا اور جو لوگ اسکندر کے خلاف لڑنا چاہتے تھے وہ اسی Bess سے آ ملے اور اس سے مدد طلب کی اور جب Bess' اسکندر کے حملوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور عقب نشینی کر لی تو سغدیوں کی قیادت کی باگ دوڑ Spitaman کے ہاتھوں میں آ گئی۔ بہت کم عرصے تک Spitaman نے حکومت کی یہاں تک کہ ۳۲۸ ق م میں اسکندر نے سغدیوں کے مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا اور یہ بات Spitaman کے قتل کی موجب بنی لیکن اسکندر کو پھر بھی سغدیوں پر مکمل تسلط حاصل نہیں ہو سکا بلکہ دوسرے سرداروں مثلاً Exiart اور Khurin وغیرہ نے سغد و سمرقند کی قیادت سنبھال لی البتہ ان حکمرانوں کو گزشتہ حکمرانوں کی طرح قدرت حاصل نہیں تھی بلکہ یہ اسکندر کی زیرنگرانی اپنے فرائض انجام دیتے تھے خاص کر اس لئے کہ اسکندر نے Exiart کی لڑکی سے شادی کر لی تھی(۳۱)۔

تقریباً ۳۲۳ ق م میں سمرقند پر سلوکیوں کی حکومت ہو گئی Diodots نے اس کی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور Antiochus II کے زمانے میں سمرقند۔ یونان اور بلخ پر مشتمل Grico-bactrien حکومت تشکیل پاتی ہے جس کے بعد اس سرزمین پر مسلمانوں کے تسلط تک تاریخ اور اقتصادیات کے نقطہ نظر سے یہ علاقہ ایران سے جدا رہا(۳۲)۔

مسلمانوں کا سمرقند فتح کرنا اور مسلم حکمران:

سمرقند آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل میں اسلامی مملکت کا حصہ بن جاتا ہے اور خراسان کے شہروں میں شامل ہو جاتا ہے(۳۳)۔

۵۶ھ میں معاویہ نے سعید بن عثمان بن عفان کو خراسان کا فرماں روا بنایا اور سعید نے سمرقند کو فتح کیا(۳۴)

۸۳ھ میں سلم بن احور نے خوارزم فتح کرنے اور وہاں کے عوام سے صلح کرنے کے بعد سمرقند پر حملہ کر دیا اور اسے فتح کر لیا(۳۵)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلامی کتب تواریخ و جغرافیہ میں ۹۱ یا ۹۳ھ تک جب قتیبہ بن مسلم نے سمرقند کو فتح کیا' اس شہر کے حکمرانوں کے بارے میں

دقیق اطلاعات نہیں ملتیں۔

۹۱-۹۲ھ / ۷۱۲-۷۱۱ء میں قتیبہ نے سمرقند کو فتح کیا(۳۶) اور وہاں کے عوام کے ساتھ صلح کرنے کے بعد بہت سی مساجد کی تعمیر کا حکم صادر کیا پھر اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وہاں کی حکومت سونپی اور خود مرو چلا گیا(۳۷) جو طبری کے بقول قتیبہ کے ماوراء النہر اور خراسان فتح کرنے کے بعد "ترخون"(۳۸) سمرقند کا حاکم منتخب کیا گیا اور ۹۱ھ میں ترخون' قتیبہ سے صلح کر لیتا ہے اور بے شمار تحفے تحائف قتیبہ کو پیش کرتا ہے(۳۹) ترخون کے اس عمل سے عوام میں غم و غصہ اور نفرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وہ اسے تخت حکومت سے ہٹا کر اس کی جگہ اخشید غورک کو بٹھا دیتے ہیں جسے چینی زبان میں U-le-Kia لکھا گیا ہے۔ قتیبہ نے ۹۳ھ میں اخشید غورک کو بھی سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا لیکن اسے معاف کر دیا اور سمرقند کی حکومت اس کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد سمرقند و بخارا اسلامی قلمرو کے اہم مراکز بن گئے اور ان ہی دو اہم مراکز کے ذریعے اسلام' ایران کے مختلف علاقوں میں پہنچا۔ ۱۳۰ھ میں ابومسلم نے خراسان پر غلبہ حاصل کر لیا اور سباغ بن نعمان ازدی کو سمرقند کی حکومت کے لئے نامزد کیا(۴۰)

۱۵۹ھ میں جبرئیل بن یحیٰ کو عباسی خلیفہ مہدی نے سمرقند کا حاکم بنایا(۴۱)

۲۰۴ھ / ۸۱۹ء میں عباسی خلیفہ مامون نے سمرقند کو اسد بن سامان کے فرزندوں کے حوالے کر دیا یہاں تک کہ طاہریوں اور صفاریوں کی شورشوں تک خاندان سامان نے اس علاقے پر حکومت کی(۴۲) لیکن ۲۸۷ھ میں اسماعیل بن احمد علی' صفاریوں پر غلبہ پا کر سامانیوں کی حکومت تشکیل دی۔ سامانیوں کے عہد حکومت میں سمرقند نے بہت ترقی کی اور مسلمان سامانی بادشاہوں کا مرکز رہا اور ایک لاکھ دس ہزار مرد اس شہر کی حفاظت پر مامور تھے(۴۳)۔ اور شاید ماوراء النہر نے ایسا درخشاں دور نہیں دیکھا ہو گا۔

دائرۃ المعارف برٹانیکا میں سمرقند میں اسلامی حکومتوں کی تفصیلات دی گئی ہیں لہٰذا اختصار کے پیش نظر صرف یہی کہا جانا مناسب ہے کہ سمرقند' اسماعیل بن احمد سامانی کے عہد تک دارالامارہ تھا اور ماوراء النہر کی مشہور تجارتی بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا تھا(۴۴) سامانیوں کے عہد میں سمرقند میں ان کے نام کے سکے بھی جاری ہوئے۔

سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں سمرقند کا حاکم' علی تگین نامی ایک شخص تھا اور یہ بات بیہقی کے اس بیان سے معلوم ہوتی ہے:

"در روزگار امیر ماضی (محمود) رضی اللہ عنہ..... بغا تگین بہ بلخ آمد کہ بہ غزنین آید..... تلبہ معونت ما (مسعود) بخارا و سمرقند و آں نواحی از علی تگین بستاند.....(۴۵)

جب سنجر سلجوقی کی حکومت کا زمانہ آیا تو اس وقت سمرقند کا حاکم گورخان خطای تھا جسے سلطان سنجر نے شکست دی۔ اس واقعہ کو نخجوانی نے یوں بیان کیا ہے:

"... گورخان خطای بر در سمرقند با سلطنا سنجر بن ملکشاہ مصاف کرد....."(۴۶)

اس کے بعد چنگیز خاں کا نام آتا ہے جس نے ۱۲۲۰-۱۲۲۱ عیسوی/۶۱۷ھ میں سمرقند کا محاصرہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور زبردست قتل عام کیا "و لشکر یانش مرد بہ مرد، زن بہ زن، خانہ بہ خانہ، کوی بہ کوی، کشتند و بروند و کندند و سوختند"

چنگیز خان کے بعد ۱۲۲۷ء/۶۲۴ھ میں اس کی وسیع قلمرو اس کے چار بیٹوں میں تقسیم ہو گئی جس میں سمرقند اور اس کے مضافات چغتائی کے حصے میں آئے اس دوران سمرقند کے حالات کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے۔ تیمور لنگ وہاں کا حاکم ہوا تو اس نے سمرقند کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور اس شہر پر خصوصی توجہ صرف کی۔ مثال کے طور پر تیمور کی حکومت کے وقت سمرقند کی آبادی ایک لاکھ پچاس ہزار افراد تک پہنچ گئی اور وہ اپنی فتوحات کے دوران جہاں کہیں بھی جاتا وہاں کے بہترین لوگوں اور علما و فضلا کو سمرقند لے آتا اور اس طرح اس نے تمام اقوام و ملل کے علماء و دانشوروں کو سمرقند میں جمع کر لیا۔

عہد تیموری کی پر شکوہ عمارتیں جس کے باقی ماندہ آثار اب بھی سیاحوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں، تیمور لنگ کے زمانے میں اس شہر کی عظمت و جلالت کے گواہ ہیں۔ اس بات پر بہت سے لوگوں نے کافی حیرت کا اظہار کیا ہے کہ تیمور ایک خونخوار بادشاہ تھا پھر اسے اس شہر سے کیونکر لگاؤ پیدا ہو گیا۔ کلاویخو کی یادداشتوں سے تیمور کی سمرقند اور اس کی مضافات کی آبادکاریوں کے کام سے فراواں دلچسپی پوری طرح روشن ہے۔ یہ معروف سیاح جو ۱۴۰۴ عیسوی/۸۰۶ھ میں سمرقند میں داخل ہوتا ہے، اس بات کا خدشہ رکھتا تھا کہ شہر سمرقند میں داخل ہوتے ہی اسے آدم خور خونخوار چہرے والے گروہ کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن وہ تیمور کے دارالحکومت کی رونق و عظمت، مساجد اور محلوں کا شکوہ، امراء اور اعیان دولت کا حسن سلوک اور ادب، دربار کا تجمل اور شاعروں اور فنکاروں کے اجتماع کو دیکھ کر حیرت میں پڑ جاتا ہے جو تیمور کی مدح و ستائش میں مصروف تھے۔

اس سلسلے میں ویل ڈورنٹ لکھتا ہے:

"تیمور کے عہد میں دو ہزار سال پرانے شہر سمرقند کی آبادی ڈیڑھ لاکھ تھی۔ وہاں خوبصورت گھر اور متعدد محل تھے اور شہر کے قریب واقع دریا سے لوگوں کے گھروں میں پائپ کے ذریعے پانی پہنچایا جاتا تھا اور شہر کے مضافات بھی سرسبز و خرم تھے...... سمرقند میں کئی کارخانے تھے جہاں توپ، آہنی زرہ، کمان، تیر، شیشہ، چینی اور مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے اور رنگ برنگ کے بہترین کپڑے تیار ہوتے تھے۔"

تیمور لنگ کے بعد اس کی حکومت اس کے بیٹوں کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ انہوں نے اس سرزمین کے علما اور دانشوروں پر توجہ دینا شروع کی چنانچہ الغ بیگ نے سب سے بڑا رصدخانہ، سمرقند میں تعمیر کیا۔ وہ علما و دانشوروں کے سلسلے میں خصوصی توجہ کا قائل تھا۔

شاہ اسماعیل صفوی کے زمانے تک، سمرقند کی حکومت تیمور کے پوتوں اور نواسوں کے ہاتھ میں تھی جیسا کہ عالم آرا میں آیا ہے کہ جب شاہ اسماعیل تبریز کی طرف روانہ ہوا اور وہاں دارالسلطنت میں پہنچا تو:

> "شاہی بیگ خان ابوالخیر خان کہ نژاد بہ چنگیزی رساند، شنید کہ از جانب سمرقند کہ پایتخت سلطان احمد خان بن ابو سعید خان کہ نژاد بہ صاحبقران، امیر تیمور خان می رساند فوت شدہ است...... از استماع این کلام بسیار خوشحال گردیدہ و ارادہ آن دیار نمود کہ خروج نماید و شہر سمرقند را از علی میرزا خان، فرزند سلطان احمد خان گرفتہ پایتخت امیر تیمور خان را بہ تصرف در آورد کہ تمام ممالک ترکستان سردار اطاعت او بگذارند"(۴۷)۔

اس واقعہ کے بعد سمرقند کے حالات بگڑتے گئے جس کے بھی سر میں حکومت کی طمع کا سودا سمایا منجملہ بابر نے وہاں حملہ کر دیا اور ایک مدت تک وہاں حکومت کی۔ اس کے بعد شاہی بیگ سمرقند آیا اور خواجہ ابوالخیر کو قتل کر کے وہاں کی حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی۔ سلطان حسین میرزا بایقرا کی حکومت کے اوائل میں جبکہ حسن تبریز کا حاکم تھا، سلطان ابوسعید بن محمود سلطان ابن بیرم میرزا، سمرقند میں حکومت کرتا تھا(۴۸) شاہ اسماعیل نے وہاں غلبہ پایا تو اس شہر کی حکومت بابر کو اس شرط پر دی کہ "ہرگاہ پادشاہ زادہ ھای ازبک مصالحہ را بشکتند ترکستان از کنار رود جیحون تابہ کنار دشت خطا، بہ بابرپادشاہ تعلق داشتہ باشد"(۴۹)۔

اس طرح بابر نے سمرقند پر دو سال تک حکومت کی۔ عبیداللہ خان اور محمد تیمور خان کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی اور ان دونوں نے سمرقند کو فتح کر لیا اور وہاں حکومت کی(۵۰)۔

انیسویں صدی عیسوی تک ایرانی بادشاہ اور مسلم حکمران یہاں حکومت کرتے رہے۔ ۱۸۶۸ عیسوی میں جنرل کوفمن (Kaufmann) کی قیادت میں روسی فوج نے ایک زبردست لڑائی کے بعد اس پر قبضہ کر لیا جس کے بعد سمرقند کی ماضی کی رونقیں بھی ختم ہو گئیں(۵۱)۔ بطور مثال: ۱۹۰۰ء میں وہاں کی آبادی عہد تیمور کی آبادی کی ایک تہائی ہو گئی۔ یعنی تقریباً ۵۸۱۹۴۔ لیکن یہ بے رونقی بتدریج ختم ہو گئی۔ ۱۹۲۴ء میں جمہوریہ ازبکستان کے قیام اور سمرقند کو اس کا دارالخلافہ بنائے جانے سے یہ تیزی سے ترقیوں کی منزلیں طے کرنے لگا اور یہاں بجلی بنانے' چرم سازی' روئی صاف کرنے' تقطیر' پنسل اور اینٹ بنانے کے کارخانے لگ گئے(۵۲)۔

لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اٹھارویں صدی کے آغاز میں سمرقند جو ایرانی امراء اور بادشاہوں کے زمانے میں خاصی شان و شوکت کا حامل تھا تقریباً ویران اور خالی ہو گیا۔ اس دوران اس پر چینی شہزادوں کا قبضہ بھی رہا اور خود چین کی قلمرو کا جزو بھی تھا۔ بالآخر امرائے بخارا کا اس پر قبضہ ہو گیا اور یہ روس کے زیر تسلط آ گیا(۵۳)۔

سمرقند کی مذہبی اہمیت:

سمرقند پر اسلامی حکومتوں کے دوران یہ شہر مذہبی لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل تھا یعنی مسلمانوں کی فتح سمرقند کے بعد یہ شہر بزرگان دین کے اجتماع کا مرکز تھا۔

چوتھی صدی ہجری میں سمرقند مانویوں کا مرکز تھا جنہیں نغوشاک(۵۴) کہتے تھے۔ یہ شروع میں بابل میں تھے اس کے بعد انہوں نے سمرقند میں اپنا مذہبی مرکز قائم کر لیا(۵۵) جیسا کہ فارسی کے قدیم متون سے پتہ چلتا ہے۔ سمرقند عرفا اور دانشوروں کی تبلیغ کا مرکز رہ چکا ہے تذکرۃ الاولیا میں آیا ہے شقیق بلخی سمرقند میں وعظ کہتے تھے(۵۶)۔

مستوفی نے لکھا ہے کہ سمرقند کی اکثریت شافعی و حنفی مذہب تھی(۵۷)۔

مشہور زمانہ عارف ابو سعید شیخ محمد منہاج اس شہر میں مقیم تھے اور وعظ کہتے تھے ویل ڈورانٹ نے چھٹی صدی ہجری کے سمرقند کو اسلامی تمدن کی لنگرگاہ سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"پورے مشرقی ترکستان اور ایران میں جو شہر اسلامی تمدن کی لنگرگاہ تھے ایک

کے بعد ایک قتل و غارت گری اور آتش سوزی کا نشانہ بنتے گئے جن میں بخارا، سمرقند، مرو، نیشاپور.... اہم ترین مراکز تھے"(۵۸)۔

آٹھویں صدی ہجری/چودھویں صدی عیسوی میں معروف سیاح مارکوپولو سمرقند آیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اس سرزمین کے باشندے مسلمان اور کچھ عیسائی ہیں اور خان بزرگ کے ایک بھائی کی حکومت میں زندگی بسر کر رہے ہیں(۵۹)۔

مارکوپولو نے سمرقند کی مذہبی حیثیت کے بارے میں ایک افسانہ یا حکایت نقل کی ہے جو اگرچہ قطعی طور پر حقیقت نہیں ہے لیکن اس کی لطافت و شیرینی کی وجہ سے اختصار کے ساتھ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے: "... کچھ دنوں قبل خان بزرگ کا سگا بھائی شہزادہ چغتائی' جو اس وقت حاکم تھا عیسائی ہو جاتا ہے جس پر عیسائی بہت خوش ہوتے ہیں کیونکہ اس کی حمایت سے انہوں نے یحییٰ غسال کے نام پر ایک کلیسا تعمیر کیا۔ یہ کلیسا کچھ اس طرح تعمیر کیا گیا کہ اس کا پورا وزن' جو کشتی نما تھا درمیان میں واقع ایک ستون پر پڑتا تھا اور ستون کو اپنی جگہ پر مستحکم رکھنے کے لئے مکعب نما ایک بڑا پتھر جو مسلمانوں کی مسجد سے لائے تھے' وہاں ستون کے نیچے رکھ دیا تھا۔ لیکن چغتائی کی موت کے بعد اس کے بیٹے نے عیسائیت کی طرف کوئی دلچسپی نہیں دکھائی۔ مسلمانوں نے اس سے اس پتھر کو جو مسجد سے عیسائی لے گئے تھے' دوبارہ اس کی جگہ پر واپس رکھوانے کو کہا' عیسائیوں نے بہت کوشش کی اور روپیہ پیسہ دینا چاہا تاکہ یہ پتھر کو ہاتھ نہ لگائیں لیکن مسلمان بھی کسی طرح تیار نہ ہوئے۔ جس دن پتھر کو اس کی پرانی جگہ منتقل کیا جا رہا تھا اس دن سب حیرت میں ڈوبے دیکھ رہے تھے کہ اس مقدس بزرگ کی عظمت کی بدولت پتھر اپنی جگہ سے تین بالشت اوپر اٹھ گیا ہے۔ لہٰذا پتھر کو اٹھا لیا گیا اور ستون کو کوئی نقصان نہیں پہنچا...(۶۰)۔ آخر میں وہ کہتا ہے کہ اب تک پتھر اسی طرح موجود ہے۔ یہ افسانہ جیسا کہ کہا گیا حقیقت نہیں ہو سکتا لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں سمرقند میں دو مذہب عیسائیت اور اسلام سرگرم عمل تھے جو خود مذہبی نقطہ نظر سے اہمیت کا حامل ہے۔

علما و فضلائے سمرقند:

سمرقند زمانہ قدیم سے ہی مہد علم و دانش رہا ہے۔ اس سرزمین سے بے شمار علما اور فضلا و شعرا اٹھے ہیں۔ یہاں اس سرزمین کے کچھ بزرگوں کا مختصراً ذکر کر رہے ہیں:

سب سے پہلے رودکی سمرقندی کا نام لیا جانا چاہیے جو چوتھی صدی ہجری کا مشہور شاعر ہے

اور اس کی فارسی شاعری کو عروج حاصل ہوا ہے۔ وہ قریہ رودک(۶۱) میں پیدا ہوا۔ یہ قریہ سمرقند میں ہے۔ رودکی کا کلام اکثر صاف و سادہ رواں ہے' اور ہر قسم کے تکلف و تصنع سے خالی ہے۔

نمونہ کلام:

به سرای سپنج مهمان را — دل نهادن همیشگی نه رواست

یار تو زیر خاک مور و مگس — بدل آنکه گیسوت پیر است

آنکه زلفین و گیسوت پیر است — گرچه دینار یا درمش بهاست

چون ترا دید زرد گونه شده — سرد گردد دلش نابیناست(۶۲)

سمرقند کے ایک اور عالم فاضل' ابوالقاسم حکیم سمرقندی (متوفی ۳۴۲ھ) کا ذکر ضروری ہے حکیم سمرقندی معروف عرفا میں سے ہیں۔ ان کا نام اسحاق اور ان کے والد کا نام محمد بن اسماعیل تھا۔ وہ ابوبکر وراق کے ہم عصر تھے۔ وہ مکتب میں درس دیا کرتے تھے اور ان کے درس میں بے شمار طلبا شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے سمرقند میں وفات پائی اور مقبرہ چاکر دیزہ(۶۳) میں مدفون ہوئے(۶۴)۔

قاضی علامہ ابوزید عبداللہ بن عمر بن عیسیٰ حنفی مشہور بہ دبوسی(۶۵) علم مناظرہ کے بانی کا تعلق بھی سمرقند سے تھا۔ مطالب کے استنباط اور دقت نظر میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ انہوں نے ۴۳۰ھ میں وفات پائی(۶۶)۔

ابن خیاط ابوبکر محمد بن احمد بن منصور خیاط' سمرقند کے رہنے والے تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف منجملہ: النحوالکبیر' کتاب معانی القرآن' کتاب المقنع' کتاب الموجز وغیرہ(۶۷)۔

مولانا بدیع سمرقندی متخلص بہ ملیح فرزند ملا محمد شریف جو سمرقند میں امیر تیمور کے مدرسہ میں استاد تھے اور ان کے زمانے میں اکثر شرعی احکام ان کی مہر کے ساتھ جاری ہوتے تھے(۶۸)۔

یہاں سمرقند کے ایک بزرگ' اسکافی ابو جعفر محمد بن عبداللہ کا ذکر ضروری ہے۔ اسکافی کی مہارت و علمیت کے بارے میں کہاوتیں مشہور ہیں' مثل کے طور پر خلیفہ وقت المعتصم عباسی ان کے علم کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ جوانی سے ہی ابوعلی چغانی کے دربار میں منشی تھے اور جب ان کے ہاتھ کے لکھے خطوط سامانیوں کے دربار میں پہنچتے تو وہاں چغانیوں پر ایسے منشی رکھنے کی وجہ سے رشک کیا جاتا(۶۹)۔

سمرقند کے بزرگوں میں ایک شمس الدین محمد بن اشرف الحسینی ہیں جنہوں نے ۶۹۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی تالیفات یہ ہیں : مناظرہ میں آداب السمرقندی' اور منطق میں قسطاس المیزان وغیرہ(۷۰)۔

حمیدالدین سمرقندی ساتویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ ہیں۔ وہ قبلاقا آن کے ہم عصر تھے اور محمد بن ادریس شافعی کے پیرو۔ وہ اپنے ہم مسلکوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ سمرقند کے مضافات کے مسلمانوں کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کے پیروکار بھی بڑی تعداد میں تھے' حمید سمرقندی کے علم و فضل کا ذکر ماوراء النہر کے عوام کی زبانوں پر تھا(۷۱)۔

سمرقند کے محدثین میں الکاغذی ابوالفضل منصور بن نصر سمرقندی کا نام اہمیت رکھتا ہے جنہوں نے ہیثم چاچی اور عبداللہ بن حمزہ سے روایت کی ہے اور تقریباً سو سال کی عمر میں ذی قعدہ ۴۲۳ھ میں سمرقند میں وفات پائی(۷۲)۔

دوسرا اہم نام نجیب الدین سمرقندی ابوحامد محمد بن علی بن عمر کا ہے جن کی متعدد تالیفات ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنے عہد کے معروف حکیم تھے۔ ان کی تالیفات کتاب الاسباب و العلامات' کتاب القراباذین' کتاب الاغذیہ المرضی وغیرہ ہیں۔

کتاب الاسباب والعلامات کی شرح نفیس بن عوض کرمانی نے لکھی ہے جو بہت مشہور ہے جس کا ایک باب مالی خولیا کے بارے میں ہے جو بے نظیر ہے۔ سمرقندی' سمرقند پر چنگیز خان کے حملے کے وقت قتل کئے گئے(۷۳)۔

ملا افکار سمرقندی کا شمار سمرقند کے اچھے شعراء میں ہوتا ہے۔ یہ شعر ان کا ہے :

ای زرد کردہ روی بہ پیون خویشتن
چون نی مباش این همہ در بند خویشتن(۷۴)

یہاں سمرقند کے ایک اور فقیہ نصر بن محمد بن ابراہیم ملقب بہ ابواللیث ومشہور بہ امام المہدی کا نام بھی لیا جانا چاہیے جن کی کتابیں یہ ہیں : بستان العارفین یا کتاب البستان' تنبیہ الغافلین' قرۃ العیون و مفرح القلب المحزون وغیرہ' آپ کا انتقال ۳۷۵ھ میں ہوا(۷۵)۔

العیاشی کے نام سے سبھی واقف ہیں۔ ان کا نام ابونصر محمد بن مسعود تھا۔ آپ کا شمار شیعہ امامیہ فقہا میں ہوتا ہے آپ اپنے عہد کی مثالی شخصیت تھے۔ آپ کی تالیفات کی تعدد ۱۷۵ سے زیادہ ہے اور بعض نے آپ کی تالیفات کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی تعداد ۲۰۸ ہے۔ العیاشی

کی تصنیفات کا ذکر الفہرست ابن ندیم میں آیا ہے۔ یہاں ان میں سے بعض کا نام درج کرتے ہیں: کتاب سیرۃ ابوبکر' کتاب سیرۃ عمر' کتاب سیرۃ عثمان' کتاب سیرۃ معاویہ' کتاب معیار الاخبار(۷۶)
۔

ساتویں صدی ہجری کے نصف دوم کے علما میں ابوالقاسم بن بکر اللیثی کا نام نام لیا جاتا ہے جن کی تالیفات یہ ہیں۔ حاشیہ ابوالقاسم لیثی سمرقندی علی المطول' رسالہ سمرقندیہ (استعارہ و بیان میں)' شرح رسالہ الوضعیہ' مستخلص الحقائق' شرح کنزل الدقائق.....(۷۷)۔

ملا عابد متخلص بہ ممتاز سمرقند کے معروف کاتبوں میں ہے وہ سات مختلف خط لکھنے پر قادر تھا ساتھ ہی شاعر بھی تھا۔

حافظ صاحب کتاب الابواب والشیوخ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ان کا پورا نام ابوسعید عبدالرحمٰن محمد بن محمد استر آبادی ہے۔ انہوں نے ۴۰۵ھ میں انتقال کیا۔ انہوں نے مشہور محدث اصم سے حدیثیں سنیں اور روایت کی ہیں(۷۸)۔

حواشی

۱۔ یاقوت الحموی : معجم البلدان، مادہ "سمران" نیزرک : الذہبی، العبر فی خبر من غبر، ج ۲، ص ۹۹

۲۔ غیاث الدین رام پوری : غیاث اللغات، مادہ "سمرقند"

۳۔ مارکوارت : شہرستانہای، ایرانشہر، ص ۲۶

۴۔ رشیدی : فرہنگ رشیدی، مادہ "شمرکند"

۵۔ شمر یرعش بن افریقش بن ابرہہ، قزوینی : آثار البلاد و اخبار العباد، ص ۵۳۵ نیزرک : فرہنگ رشیدی مادہ "شمرکند"

۶۔ رشیدی : فرہنگ رشیدی مادہ "شمرکند"

۷۔ قزوینی : آثار البلاد واخبار العباد، ص ۵۳۵، نیزرک : ابن خلکان، ج ۳، ص ۲۱۷۔ سروری : مادہ "سمرکند" یاقوت : معجم البلدان، مادہ "سمرقند"۔

۸۔ کند (Kand) بہ ترکی مطلق دہ راگویند، غیاث اللغات، ج ۲، ص ۲۳۳، مادہ "کند"

۹۔ برہان قاطع، مادہ "سمرقند" نیزرک : Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134.

۱۰۔ Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ وہی مرکندہ ہے جو دائرہ المعارف میں ثبت ہے۔

۱۳۔ فرغانہ، ماوراء النہر کا ایک معروف شہر تھا۔

۱۴۔ یاکسارتس : دریائے سیحون کا قدیمی نام یا سیر دریا ہے جو ماوراء النہر میں ہے۔

۱۵۔ دیاکونوف : تاریخ باستان ایران، ص ۲۱۳

۱۶۔ Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134

۱۷۔ غربال (محمد شفیق) : الموسوعہ العربیہ المیسرۃ، ص ۱۰۱۳
نیزرک : Encyclopedia of Britanica, V. 19, p 920

۱۸۔ قزوینی : آثار البلاد و اخبار العباد، ص ۵۳۵

۱۹۔ شاہان یمن کا لقب

۲۰۔ ابن حوقل : صورۃ الارض، ص ۲۱۹
نیزرک : القلقشندی : صبح الاعشیٰ، ج ۴، ص ۴۳۶ (قلقشندی نے ص ۴۳۶، ۴۳۷ پر سمرقند کی اہمیت اور اس کے دروازوں کے معتبر راستوں کی پوری شرح دی ہے)۔

۲۱۔ ابن عساکر : التہذیب (التاریخ الکبیر) ج ۳، ص ۳۲۵۔۳۳۸

۲۲۔ ثعالبی : غرر السیر، ص ۴۱۵
۲۳۔ نامہ دانشوران ناصری، ج ۴، ص ۴۲۱
۲۴۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 134
۲۵۔ Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134
۲۶۔ دیاکونوف : تاریخ باستانی ایران، ص ۲۱۳
۲۷۔ سروری : مجمع الفرس، مادہ سمرکند
۲۸۔ برہان : مادہ سمرقند
۲۹۔ برہان شئہ محمد معین
۳۰۔ دیا کونوف : تاریخ باستانی ایران، ص ۲۱۱، بہ بعد
۳۱۔ دیا کونوف : تاریخ باستانی ایران، ص ۲۱۱۔۲۱۷
۳۲۔ Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134
۳۳۔ غربال (محمد شفیق) : الموسوعہ العربیہ المیسرۃ، ص ۱۰۱۳
۳۴۔ الذہبی : العبر، ج ۱، ص ۱۱۔ نیزرک : نامہ دانشوران ناصری، ج ۴، ص ۴۲۱
۳۵۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۶
۳۶۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 920
۳۷۔ الذہبی : العبر، ج ۱، ص ۱۰۷
۳۸۔ دائرہ المعارف اسلام میں آیا ہے : ترخون کو چینی زبان میں تو۔ہوین Tohven) لکھا گیا ہے اور ان حکمرانوں نے سمرقند میں ترکی لقب (ترخان Tarquon) کا استعمال کیا اور یہ نام تمام حکمرانوں کا لقب بن گیا۔Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134
۳۹۔ طبری : ج ۲، ص ۱۲۰۴
نیزرک : Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134
۴۰۔ ابن اثیر : تاریخ الکامل، ج ۹، ص ۱۴
۴۱۔ ایضاً، ج ۹، ص ۲۹۵
۴۲۔ عباسی خلیفہ مامون کے زمانے میں سامان خدات کے ایک نواسے یا پوتے کو جو بلخ کے دہقانوں اور سلسلہ سامانیاں کے بانیوں میں تھا (بہ نام نوح) عباسی خلیفہ نے سمرقند کی حکومت کے لئے منصوب کیا۔ رک: C.E.Bosworth: The Islamic Dynasties, p. 159.
۴۳۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 919
Encyclopedia of Islam, V. 4, p. 134

۴۴۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 920

۴۵۔ بیہقی : تاریخ بیہقی، ص ۵۲۶

۴۶۔ نخجوانی: تجارب السلف ص ۱۱۶

۴۷۔ عالم آرای صفوی : ص ۱۷۹

۴۸۔ عالم آرای صفوی : ص ۲۸۷

۴۹۔ عالم آرای صفوی : ص ۳۴۴

۵۰۔ عالم آرای صفوی : ۳۵۶

۵۱۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 919

۵۲۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 919

۵۳۔ Encyclopedia of Britanica, V. 19, p. 920

۵۴۔ حدود العالم : ص ۲۶

۵۵۔ آندرہ گدار : ہنر ایران، ص ۳۰۹

۵۶۔ عطار : تذکرہ الاولیا، ج ۱، ص ۱۸۲

۵۷۔ مستوفی : نزہت القلوب، ص ۲۴۲

۵۸۔ ویل ڈورانٹ : تاریخ تمدن، ج ۲۰، ص ۳۴

۵۹۔ مارکو پولو : سفر نامہ، ص ۶۴

۶۰۔ ایضاً، ص ۶۴۔۶۵

۶۱۔ عتبی : تاریخ یمینی، ص ۱۸

۶۲۔ بیہقی : تاریخ بیہقی، ص ۱۸۸، نیز رک : ایف عبدالغنی : ابوعبداللہ رودکی و آثار منظوم رودکی، ص ۴۵۲

۶۳۔ سمرقند میں ایک بڑے محلے کا نام اور وہاں سمرقند کا قبرستان ہے۔ علماء کی ایک جماعت وہاں سے منسوب ہے۔ نامہ دانشوران ناصری، ج ۴، ص ۴۲۱

۶۴۔ نامہ دانشوران ناصری : ج ۴، ص ۴۲۰۔۴۲۱

۶۵۔ منسوب بہ دبوسہ یا دبوسیہ، سمرقند کا ایک قصبہ

۶۶۔ الذہبی : العبر، ج ۳، ص ۱۷۱

۶۷۔ ابن الندیم : الفہرست، ص ۸۹

۶۸۔ نصر آبادی : تذکرہ، ص ۴۴۳

۶۹۔ ثعالبی : یتیمہ الدہر، ج ۴، ص ۹۶

۷۰۔ معجم المطبوعات : ج ۲' ص ۱۰۴۶' نیز رک : دہخدا' لغت نامہ' مادہ سمرقندی

۷۱۔ نامہ دانشوران ناصری' ج ۸' ص ۲۶۵۔۲۶۶

۷۲۔ ذہبی : العبر' ج ۳' ص ۱۵۲۔۱۵۳

۷۳۔ غربال (محمد شفیق) : ص ۱۰۱۳' نیز رک : معجم المطبوعات' ج ۲' ص ۱۰۴۷'
دہخدا لغت نامہ مادہ سمرقندی

۷۴۔ نصر آبادی : تذکرہ' ص ۴۲۱

۷۵۔ معجم المطبوعات : ج ۲' ص ۱۰۴۵

۷۶۔ ابن الندیم : الفہرست' ص ۲۴۴۔۲۴۵۔۲۴۶

۷۷۔ معجم المطبوعات : ج ۲' ص ۱۰۴۵' نیز رک : دہخدا' لغت نامہ مادہ سمرقندی

۷۸۔ ذہبی : العبر' ج ۳' ص ۹۰

****